حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہٗ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
★
ضبط و ترتیب : سمیع الحق

دین اور شعائر دین کا احترام

دین میں ادب کی اہمیت اور اختلاف رائے کے حدود

دین اور شعائر اللہ کے احترام اور اختلاف رائے کے حدود اور فرق مراتب ملحوظ رکھنے کے بارہ میں حضرت حکیم الاسلام کے حکیمانہ ارشادات کا پہلا حصہ دسمبر کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ اس وقت اس کا بقیہ حصہ پیش خدمت ہے، امید ہے کہ گذشتہ قسط کیطرح اسے بھی نہایت دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ "س"

★

بہرحال دین کا دار و مدار تادبات پر ہے۔ یہ شریعت کا مستقل باب ہے جہاں احکام ہیں وہاں اس کے ساتھ کچھ آداب ہیں۔ تو ادبیات پر اگر آدمی قادر نہ ہو تو وہ اصل احکام سے بھی کورا اور محروم رہ جاتا ہے۔ اس لئے آداب کی ضرورت ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز نے غالباً ایک حدیث نقل کی ہے، جس کے الفاظ پوری طرح یاد نہیں، مگر نقل کئے دیتا ہوں۔ تفسیر فتح العزیز میں ہے:

من تهاون بالآداب حرم	جس نے آداب پر عمل میں سستی دکھلائی وہ سنت
من السنة ومن تهاون بالسنة	سے محروم ہو گیا، جس نے سنت میں سستی دکھلائی
حرم من الواجبات ومن تهاون	وہ واجبات سے محروم ہو گا جس نے واجبات
بالواجبات حرم من الفرائض	ادا کرنے میں سستی کی فرائض سے محروم ہو گا۔ اور
ومن تهاون بالفرائض حرم	جس نے فرائض میں کوتاہی کی وہ اللہ کی پہچان
من المعرفة۔	سے محروم ہو گا۔

فرائض پر عمل کرے گا تو معرفت بڑھے گی۔ اس واسطے سنتوں کو مکمل فرائض کہا گیا۔ تو جس نے آج سنتیں

چھوڑ دیں۔ صرف فرائض کو پڑھ لیا تو کل وہ بھی نہ پڑھے گا۔ رفتہ رفتہ محروم ہو جائے گا۔

آداب اور مکروہات کی حیثیت شریعت میں احکام کی دو قسم ہیں۔ مامورات یعنی کرنے کی چیزیں، تو اس کے لئے تو آداب رکھے گئے کہ انہیں کرو گے، تب جاکر مامورات پر عمل نصیب ہوگا۔ اور ایک ہیں منہیات، تو روکنے کی چیزوں میں مکروہات رکھے گئے، کہ مکروہات سے بچو گے، تب حرام سے بچنا نصیب ہوگا۔ اور اگر مکروہات میں ڈوبے رہو گے تو ایک نہ ایک دن حرام میں پڑ جاؤ گے۔ اور اس چیز کو شریعت کی اصطلاح میں سدّ ذرائع کہا جاتا ہے، یعنی ذرائع اور وسائل کو روک دو تاکہ مقاصد تک آدمی نہ پہنچ سکے۔ تو منہی اور ممنوع چیزوں میں وسائل سے بچانا تاکہ اصل ممنوع سے بچ جائے اور واجبات میں وسائل کو اختیار کرنا تاکہ فرائض پر عمل نصیب ہو اسے کہتے ہیں سدّ ذرائع۔

سدّ ذرائع کی مثالیں مثلاً حدیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ما اسکر کثیرہٗ فقلیلہٗ حرامٌ۔ جس چیز کے زیادہ حصہ میں نشہ ہو اس کا کم حصہ بھی ناجائز ہے۔ شراب کے ایک گھونٹ میں نشہ ہے ایک قطرہ میں تو نہیں، لیکن قطرہ پینا بھی اسی طرح حرام ہے جس طرح گھونٹ پینا حرام ہے حالانکہ حرمت تو سُکر کی وجہ سے ہے، اور ایک قطرہ میں ظاہر ہے کہ سُکر نہیں، مگر سدّ ذرائع کے لئے ایسا کیا گیا کہ جو ایک قطرہ شراب پی لے گا تو کل کو ایک گھونٹ پیئے گا۔ اور جو کل ایک گھونٹ پیئے گا تو پرسوں پورا جام پیئے گا، اور شرابی بن جائے گا۔ تو شرابی بننے سے بچانے کیلئے قطرہ کو حرام کیا تاکہ وہاں تک پہنچنے نہ پائے یا جیساکہ حدیث میں ہے کہ من اطاع عرّافاً فقد کفر بما انزل علی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کسی جادوگر یا کاہن کے پاس گیا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر کفر کیا۔ حالانکہ جادوگر کے پاس جانے سے توحید و رسالت اور قیامت سے انکار نہیں ہوتا، کوئی عقائد کی تبدیلی نہیں ہوتی مگر پھر بھی فرماتے ہیں کہ کفر کیا اس نے شریعت اسلام کے ساتھ۔ اس لئے کہ آج جو جادوگر کے پاس گیا، تو سحر کی برائی اس کے دل سے نکل گئی تو کل کو اس کا سحر سیکھے گا، اور پرسوں پورا جادوگر بن جائے گا، تو اسی جادو کے کفر سے بچانے کے لئے جادوگر کے پاس جانے کی ممانعت کر دی گئی، اس کو کہتے ہیں، سدّ ذرائع، اصل مقصود کو کبیرہ گناہ کہتے ہیں اور وسائل کو صغیرہ گناہ۔ تو وسائل سے روکتے ہیں تاکہ کبیرہ تک نہ پہنچنے پائے، مثلاً چوری کرنا کبیرہ گناہ ہے کہ کسی مال معصوم کو آدمی بلا اس کی مرضی کے اٹھا لائے لیکن یہ تو ہے اصل خرابی مگر اس کی وجہ سے کسی کے مال کو تاک جھانک کرنا، نقب لگانا، دیوار سے جھانکنا یہ سب

عناصر ہیں اور اس لئے ناجائز ہیں کہ جب یہ کرے گا تو ایک دن اصل حرام بھی کر بیٹھے گا۔ گو اپنی ذات سے کسی کے سامان کو دیکھنا، کسی کی دیوار کو تاک لگانا تو ممنوع چیز نہیں مگر اس لئے ممنوع ہوئے کہ یہ وسیلہ بنتے ہیں چوری کے، یا مثلاً زنا کے سلسلہ میں اصل ممنوع ہے وہ فعل مگر اس سے بچانے کے لئے نامحرم عورت سے تخلیہ کرنا، اس پر نگاہ ڈالنا اس کی آواز پہ کان دھرنا، ہاتھ سے چھونا، سب ممنوع قرار دیا گیا، اس لئے کہ یہ چیزیں اصل حرام فعل کے ذرائع بنتی ہیں۔ تو شریعت نے چاہا کہ گناہ سے بچنے کے لئے دواعی سے بھی بچو یہ سب آداب ہیں شریعت کے۔

عبادات کے وسائل بھی عبادت ہیں | مامورات میں نماز فرض ہے اس فرض کو بجا لانے کیلئے کچھ چیزوں کا اہتمام کیا گیا کہ اذان جب سنو تو اس کا جواب دو تاکہ اذان سنتے ہی فکر پیدا ہو جائے کہ اب مجھے نماز کو جانا ہے۔ اس کے بعد وضوء کا اہتمام کرو، پھر ترغیب دی گئی کہ مسجد میں جاؤ گے تو ہر قدم پر ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک بدی مٹا دی جائے گی۔ حالانکہ قدم رکھنا تو اپنی ذات سے کوئی عبادت نہیں، لیکن نماز کیلئے قدم رکھنا عبادت قرار دیا گیا، اس لئے کہ یہ قدم ذریعہ بنے گا نماز پڑھنے کا۔ تو اذان کا جواب دینا، قدم اٹھانا، وضوء، استنجاء اور طہارت وغیرہ کی فضیلت آئی حتیٰ کہ بعض اہل اللہ کی تو یہ شان سنی، حضرت حاجی امداد اللہ کا واقعہ اپنے بزرگوں سے سنا

بزرگوں کو نیکیوں کی حرص | کہ اگر مسجد کے دو راستے ہوں ایک ذرا لمبا راستہ اور ایک مختصر راستہ تو لمبا راستہ اختیار کرتے اور فرماتے کہ جتنے قدم زیادہ پڑیں گے اتنی نیکیاں زیادہ لکھی جائیں گی، اتنی بدیاں مٹیں گی۔ تو کیوں ہم محروم رہیں، اور ساتھ میں قدم بھی رکھتے چھوٹے چھوٹے یعنی بالطبع چال سے کم چال سے چلتے کہ قدم اٹھانے پر اجر کا وعدہ ہے، تو یہ تو ہمارے اختیار میں ہے کہ جتنے چاہیں قدم رکھیں۔ تاکہ اتنی نیکیاں لکھی جاویں۔ تو سو قدم سے اگر مسجد تک پہنچتے تو آہستہ آہستہ چل کر انہیں دو سو قدم بنا دیتے — اور یہ حضرات نیکیوں پر حریص ہوتے ہیں۔ جیسے دنیا والے دنیا کے بارہ میں، کہ انہیں سو مل جائے تو ہزار اور ہزار مل جائیں تو لاکھ اور لاکھ مل جائیں تو کروڑ کی تمنا اور حرص ہوتی ہے۔ تو یہ اللہ والے دین کے بارہ میں ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ایک ثواب ملتا ہے تو اس پر قناعت نہیں، دو مل جائیں تو تیسرے کی خواہش۔

امام ابوداؤد کا واقعہ | امام ابوداؤد بہت بڑے محدث ہیں، وہ دریا کے کنارے کھڑے تھے، کنارے پر پانی کم تھا۔ ایک جہاز دو سو تین سو قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا، کنارے تک آ نہیں سکتا تھا۔ تو جہاز میں ایک شخص کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اور اتنے زور سے

کہ ان کے کان میں آواز آئی۔ تو مسئلہ یہ ہے کہ اس کا جواب یرحمک اللہ۔ کہہ دینا چاہیئے مگر یہ مسئلہ مجلس سے متعلق ہے یہ نہیں کہ اگر کوئی بازار میں الحمد للہ کہے تو تم گھر سے جواب دینے جاؤ۔ امام ابوداؤدؒ کے کان میں آواز پڑی الحمد للہ کی، تو یہ لوگ نیکیوں کے حریص تھے چھوٹی سی نیکی ملنے کا امکان ہوتو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ نیکی اور خیر کی ہوس پیدا ہو جاتی ہے۔ تو جہاز دور تھا، آواز پہنچ نہیں سکتی تھی، تو تین درہم میں کشتی کرایہ پر لی۔ اس میں بیٹھ کر جہاز کے اوپر چڑھے، وہاں جا کر کہا یرحمک اللہ۔ تو ترجمہ نگار لکھتے ہیں کہ غیب سے ایک آواز کان میں آئی کہ اسے ابی داؤد آج تین درہم میں تونے جنت کو خرید لیا۔ حالانکہ امام کتنے بڑے محدث، کتنی حدیثیں لکھیں، کتنے تہجد پڑھے کتنے جہاد کئے ہوں گے۔ مگر جنت کی خریداری میں بڑے بڑے عمل کا نہیں بلکہ ذکر آیا تو یرحمک اللہ کہنے کا جو بظاہر بہت چھوٹا اور معمولی سا عمل تھا مگر کیوں آیا۔؟ اس لئے کہ ایسے اخلاص سے عمل کیا کہ اس چھوٹے سے عمل میں اتنا وزن پیدا ہوا کہ بڑے بڑے عمل میں اتنا نہ ہوگا۔ اور اللہ کے ہاں عمل کی صورت نہیں وزن دیکھا جاتا ہے۔ تو کشتی لے کر جہاز پر جا کر یرحمک اللہ کہنا نہ فرض تھا نہ واجب۔ مگر یہ لوگ آداب پر عمل کے حریص ہوتے ہیں۔ تاکہ فرائض پر عمل میں کوتاہی نہ آئے۔ تو تأدب مع اللہ اتنا ضروری ہے۔

اختلاف کرنے والے کو معذور سمجھا جائے اس زمانہ میں چونکہ بے ادبی اور گستاخی کے جذبات پیدا ہو چکے ہیں۔ فرقہ بندی زیادہ ہو گئی، تو ایک دوسرے کے حق میں زبان طعن و ملامت اور زبان تضحیک کھولنی بہت معمولی بات بن گئی۔ اسواسطے میں نے یہ سمع خراشی آپ لوگوں کی کی کہ اگر بالفرض اختلاف آبھی جائے کسی عالم سے تو اگر آپ خود عالم ہیں تب تو آپ پر فرض ہے کہ دوسرے کا احترام کریں اور اگر آپ متبع ہیں۔ اور وہ اختلاف کر رہا ہے، دوسرے عالم کا تو عمل کریں اپنے مقتدی و متبوع کی تحقیق پر مگر دوسرے کے ساتھ تمسخر کرنا آپ کے حق میں بالکل جائز نہیں بلکہ آپ یہ تاویل کریں کہ اس کے ہاتھ میں بھی حجت ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی مگر وہ جو کہتا ہے تو عنداللہ وہ بھی مقبول ہے۔ ہر مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی۔ اگر خطا ہو جائے تو پھر بھی اسے اجر ملتا ہے۔ اور آپ اس پر عتاب اور عذاب بھیجنے لگیں تو یہ تو خدا کا مقابلہ ہو گیا، حق تعالیٰ کے ہاں اجتہاد کی خطا پر بھی ملامت نہیں۔ تو آجکل مسخرہ پن بڑھ گیا ہے۔ فروعی اختلافات کی وجہ سے اور یہ دین کے منافی ہے۔ بیشک آدمی عمل کرے اپنی تحقیق پر اور معذور رکھے دوسرے کو۔ ادب اور احترام میں کمی نہ آنے دے، یہ دانائی کی بات ہے۔

ائمہ مجتہدین کا باہمی طرز عمل | ائمہ مجتہدین کا بھی یہی طریقہ ہے کہ ایک دوسرے سے ظاہری اختلاف رکھتے ہیں۔ لیکن ادب اور عظمت میں کمی نہیں کرتے۔ جب امام شافعیؒ بغداد تشریف لائے اور امام ابو حنیفہؒ کے مزار پر حاضر ہوئے تو امامؒ کا مسلک ہے نماز میں فاتحہ کے بعد آمین آہستہ سے کہنا اور امام شافعیؒ کے ہاں زور سے کہنا افضل و اولیٰ ہے۔ مگر جب امام شافعیؒ نے مزار والی مسجد میں نماز پڑھی تو آمین کو آہستہ سے پڑھا اور فرمایا مجھے حیا آتی ہے اس صاحب مزار سے کہ اس کے قریب آکر اس کے اجتہاد سے خلاف کروں یہ ادب و تادب ہے، یعنی جس حد تک گنجائش ہو ایک تو فرق ہے حرام و حلال اور جائز و ناجائز کا کہ ایک کے ہاں جائز دوسرے کے ہاں حرام اس میں تو دوسرے کے مسلک پر عمل نہیں کر سکتے مگر جہاں اولیٰ اور غیر اولیٰ کا فرق ہے وہاں ادب ملحوظ رکھا جا سکتا ہے تو امام شافعیؒ نے افضل پر عمل ترک کرایا اور غیر افضل پر عمل کیا امامؒ کی رعایت سے، حالانکہ امام ابو حنیفہؒ اس وقت مزار میں ہیں، سامنے نہیں ہیں، مگر یہ ادب کا عالم تھا، اور یہ ادب اور تادب کی بات تھی۔

مسائل اور نفسانی جذبات | حضرات صحابہؓ کے درمیان بھی اختلافات تھے ائمہ مجتہدین میں اجتہادی مسائل میں جو اختلافات ہیں وہ صحابہؓ میں بھی تھے۔ لیکن باوجود اس کے ادب و احترام اور عظمت و تعظیم میں ذرہ برابر کمی نہ کی اس لئے کہ ہمارے ہاں جھگڑوں کی وجہ مسائل کی خاصیت نہیں ہے بلکہ ہمارے نفسانی جذبات ہیں، ہم نے مسائل کو آڑ بنا رکھا ہے اپنے جذبات نکالنے کا۔ اگر یہ مسائل کی خاصیت ہوتی تو سب سے پہلے صحابہؓ لڑتے کیونکہ ان کے ہاں بھی اختلاف تھا اس کے بعد ائمہ مجتہدین کے ہاں لاٹھی چلتی، پھر علماء ربانیین آپس میں لڑتے مگر اختلاف بھی ہے اور ادب بھی۔ تو در اصل اختلاف رائے کے نام سے ہم اپنے جذبات کو نکالتے ہیں۔ اور میں تو کہا کرتا ہوں کہ لڑنے کی چیز تو اصل میں جائیداد ہے، مکان ہے، جاگیر ہے، جب مسلمانوں کے پاس یہ چیزیں نہ رہیں، نہ جائیداد نہ مکان نہ سلطنت۔ تو سوچا کہ چلو دین کو ذریعہ بناؤ لڑنے کا۔ اور مسائل کو آڑ بناؤ، تو یہ مسائل کی خاصیت نہیں، اختلاف کرنے کی تو گنجائش ہے مگر لڑنے جھگڑنے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا۔

عیسائی جج کا طنز | آج سے تیس چالیس سال پہلے ایک یورپین عیسائی کلکٹر تھا تو اس کے زمانہ میں احناف اور اہل حدیث میں لڑائی ہوئی اور لڑائی آمین کہنے پر ہوئی۔ حنفیوں نے آہستہ پڑھی اہل حدیث نے زور سے کہی تو لاٹھی چل گئی، بہت سے لوگوں کا سر ٹوٹ گیا۔ مقدمہ گیا

کلکٹر کے ہاں، فریقین کے وکلاء نے کلکٹر کو مقدمہ سمجھایا تو اس نے کہا کہ بھئی آمین کوئی جائیداد ہے یا بلڈنگ ہے کہ اس پر لڑتے ہیں۔؟ تو وکلاء نے کہا کہ نہیں آمین ایک قول ہے زبان سے نکالتے ہیں۔ یہ یوں کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ سے حدیث آئی ہے کہ آمین زور سے پڑھو، دوسرے کہتے ہیں کہ حدیث آئی ہے کہ آہستہ پڑھو۔ اس نے کہا جسکو جو حدیث معلوم ہے اس پر عمل کرے، تم لڑتے کیوں ہو۔ اور اس کی سمجھ میں بات نہ آئی اور سمجھ میں آنے کی بات بھی نہ تھی۔

آمین بالشر بہرحال اس نے بڑا دانشمندانہ فیصلہ لکھا کہ میں مقدمہ کی شکل دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مسلمانوں کے ہاں آمین کی تین قسمیں ہیں۔ ایک آمین بالجہر زور سے پڑھنا۔ ایک آمین بالسر آہستہ پڑھنا۔ اور ایک ہے آمین بالشر یعنی جھگڑنے لڑنے کے لئے پڑھنا۔ اس لئے کہ پہلے دونوں کے بارہ میں تو حدیث موجود ہے۔ ایک کو ایک امام نے دوسرے کو دوسرے نے اختیار کر لیا تو اس میں لڑائی کی بنیاد ہی نہیں ——— یہ آمین بالشر کی لڑائی ہے، لہذا میں دونوں کو سزا دیتا ہوں۔ گویا اس نے بتلایا کہ اختلافی مسائل نہ لڑائی کے لئے ہوتے ہیں نہ باہمی نزاع کے لئے، وہ تو دیانۃً حجت سے رائے قائم کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔ تو یہ تو ہمارے قلوب کا فساد ہے کہ ہم نے مسائل کو اپنے دل کے جذبات کا آڑ بنا لیا ہے۔ اور ہر دین کا مسئلہ جھگڑا اور گروہ بندیوں کیلئے رہ گیا ہے۔

اختلافی مسائل میں آپ کا فریضہ اگر اجتہادی مسئلہ ہے تو اسے بیان کرو مگر لڑنا کیوں ہے وہ اپنی قبر میں جائے گا، اور تم اپنی قبر میں جاؤ گے۔ کیوں اس سے مسخرہ کرو اور اسے کیا حق ہے کہ تمہارا استہزا کرے۔ آپ نے بیان کیا تو حق ادا ہو گیا امر بالمعروف کا۔ اب اگر کوئی نہیں مانتا نہ مانے۔ اگر اس کے پاس کوئی حجت ہے تو وہ عند اللہ جواب دے۔ تم ذمہ دار نہیں، نہ تم سے آخرت میں پوچھا جائے گا۔ اور پھر دین منوانا (یعنی اس پر کسی کو مجبور کرانا) بھی ضروری نہیں چہ جائے کہ فروعی اور اجتہادی مسائل کا منوانا بھی ضروری ہو۔ بہرحال آجکل ذرا ذرا سے اختلافی مسائل پر لوگ نزاع کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ اس سے مسلمانوں میں جھگڑے پیدا ہوتے ہیں۔ اور مسلمانوں کی قوت زائل ہو رہی ہے۔

شیخ عبدالقادرؒ کی نصیحت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے اپنے ایک مرید کو خلافت دی اور فرمایا کہ فلاں مقام کو جا کر دین کی تبلیغ و اشاعت کرو، چلتے چلتے مرید نے عرض کیا کہ کوئی نصیحت فرمائیے مجھے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ دو باتوں کی نصیحت کرتا ہوں کہ خدائی کا دعویٰ

مت کرو اور نبوت کا دعویٰ مت کرو۔ وہ حیران ہوا کہ حضرت میں بیسوں برس آپ کی صحبت میں رہا کیا اب بھی یہ احتمال اور خطرہ تھا کہ میں نبوت اور خدائی کا دعویٰ کر دوں گا۔ فرمایا کہ خدائی اور نبوت کے دعویٰ کا مطلب سمجھ لو پھر بات کرو۔ خدا کی ذات وہ ہے کہ وہ جو کہہ دے وہی اٹل ہو اس سے اختلاف کبھی نہیں ہو سکتا۔ تو جو انسان اپنی رائے کو اس درجہ میں پیش کرے کہ وہ اٹل ہو اس کے خلاف نہ ہو سکے تو بندہ اپنی رائے پر اتنا اصرار کرے تو اس سے بڑھ کر خدائی کا دعویٰ کیا ہوگا۔ اور نبی وہ ہے کہ جو زبان سے فرمائے وہ سچی بات ہے، کبھی جھوٹ نہیں ہو سکتا۔ تو جو شخص اپنے قول کے بارہ میں کہے کہ یہ اتنی سچی بات ہے کہ اس کے خلاف ممکن نہیں تو وہ در پردہ گویا مدعی ہے نبوت کا۔ کہ میری بات غلط نہیں ہو سکتی؛ حالانکہ اسکی رائے ہے۔

فساد یا اصلاح ــ؟ تو ایک شخص اجتہادی رائے کے بارہ میں اتنا جمود کرے کہ کسی کو معذور بھی نہ سمجھ سکے یہ درحقیقت عوام کی اصلاح نہیں فساد ہے۔ تو ایک چیز کو چلانے کی ضرورت نہیں کہ بار بار کہے۔ بس ہو گیا ایک مسئلہ کا اعلان، ماننے والے مانیں گے تم ذمہ دار اور خدائی ٹھیکہ دار نہیں ہو ایک مسئلہ کا ضد اور اصرار کے ساتھ پیش کرتے رہنا اور چلاتے رہنا اس سے خواہ مخواہ عوام میں نزاعات پیدا ہوتے ہیں۔ کہنے والا تو بچ گیا اور مصیبت عوام پر آگئی۔

تبلیغی اور ترجیحی مسائل میں فرق ہاں ایک ہیں دین کے اصول نماز فرض ہے، روزہ رکھنا زکوٰۃ دینا فرض ہے، آپ زور سے کہہ سکتے ہیں، لیکن فروعی اور اجتہادی چیزوں میں آپ زور دیں ــ؟ تو یہ تبلیغی چیزیں ہیں نہیں کہ آپ زور کہاں سے دیتے ہیں۔ مثلاً حنفی مسائل ہیں جو تبلیغی مذاہب ہی نہیں کہ آپ اسٹیج پر کھڑے ہو کر کہیں کہ لوگو تم حنفی بن جاؤ اور شافعی مت بنو یا شافعی کہے کہ لوگو شافعی بن جاؤ حنفی مت بنو۔ یہ ترجیحی مذاہب ہیں تبلیغی نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فلاں عمل واجب یا افضل ہے، اور فلاں عمل نہیں تو ترجیحی مذاہب کو تبلیغی مذاہب مت بناؤ۔ کہ اگر کسی عالم کو کوئی جزئی تحقیق ہو تو خواہ مخواہ اس کی تبلیغ پر ضد اور اصرار کیا جائے۔

بہرحال آجکل یہ چیز پیدا ہو گئی ہے، بہت گستاخی، جسارت اور جرأت ہو رہی ہے۔ اس واسطے یہ چند باتیں عرض کر دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرما دے عمل کی۔

اللھم افتح لنا بالخیر واختم لنا بالخیر

(نوٹ) اس تقریر کی ٹیپ مہیا کرنے پر ہم برادر محترم قاری سعید الرحمان صاحب اور محترم جناب نذیر احمد صاحب وزارت مالیات کے ممنون ہیں۔